الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ

علماء انبیاء کے وارث ہیں (حدیث نبوی)

طالب العلم

بین أمانة التحمل ومسؤولية الأداء

طالب علم

حصول علم سے اشاعت علم تک

تالیف:

د/ محمد بن خلیفہ التمیمی

مترجم:

د/ اجمل منظور المدنی

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إنَّ الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، و من سيِّئات أعمالنا، من يهده الله فلا مُضلَّ له، و من يضلل فلا هادي له، وأشهد ألاَّ إله إلاَّ الله وحده لا شريك له، وأشهد أنَّ محمَّدًا عبده ورسوله.

وبعد: فإنَّ أصدق الحديث كلامُ الله، وخيرَ الهدي هديُ محمَّدٍ صلَّى الله عليه وسلَّم، وشرَّ الأمور محدثاتها، وكلَّ محدثة بدعة، وكلَّ بدعة ضلالة، وكلَّ ضلالة في النار. أما بعد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَالْعَصْرِ [1] إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ [2] إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ) [العصر:3]

ترجمہ: زمانے کی قسم [1] بیشک (بالیقین) انسان سر تا سر نقصان میں ہے [2] سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ) [الذاریات:55]۔

ترجمہ: اور نصیحت کرتے رہیں یقیناً یہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دے گی۔

سب سے بڑی وصیت اور نصیحت جو ہم طلبہ کے درمیان مناسب ہے وہ یہ ذمہ داری ہے جسے ہم نے اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے اور جس کے لیے ہم نے اپنے آپ کو تیار کر رکھا ہے یعنی اس علم شرعی کی ذمہ داری جسے حاصل کرنے کا اللہ نے ہمیں شرف بخشا ہے اور جس کی ذمہ داری ادا کرنے کے بارے میں ہم سے سوال کیا جائے گا۔

اسی لیے میں نے چاہا کہ میں خود سب سے پہلے اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو اس عظیم ذمہ داری اور واجب کو یاد دلاؤ جو علم شرعی کے تئیں ہم پر واجب ہے جس کی جانب ہم اپنی نسبت کرتے ہیں، اپنے اس بحث کے ذریعے جس کے اندر ان مضامین کا مفہوم شامل ہے جس کی جانب اللہ تعالی نے اپنے اس قول کے اندر اشارہ کیا ہے: (وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ) [التوبہ:122]۔

ترجمہ: اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہیئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آئیں، ڈرائیں تاکہ وہ ڈر جائیں۔

سو اللہ کے کلام (لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ) کے اندر علم شرعی کے حصول کی امانت کی جانب اشارہ ہے؛ چنانچہ طالب علم پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کریں، اس کے بعد تعلیم اور دوسروں تک دین کو پہنچانے کی جانب قدم بڑھائیں۔ اور اللہ تعالی کے قول (وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ) کے اندر اس ذمہ داری کی ادائیگی کی جانب اشارہ ہے جسے طالب علم مفید اور نافع علم حاصل کرنے کے بعد اپنے کندھے کا بوجھ سمجھتا ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہاں پر اللہ تعالی نے مومنوں کو دین کے اندر سمجھ حاصل کرنے کی جانب رغبت دلائی ہے یعنی وہ دین کو سیکھ کر اپنے قوم کو تبلیغ کریں اور انہیں ڈرائیں۔ (مفتاح دار السعادۃ: 1 / 56)۔

اور بلا شبہ وہ طالب علم جو اس آیت کو اپنا نصب العین نہ بنائے تو اس پر ہلاکت کا خدشہ ہے، اللہ رب العالمین کی طرف سے اسی طرح کی عظیم رہنمائی کی خاطر اور جو کچھ اس کے اندر عظیم معانی اور فوائد ہیں مضمر ہیں، میں نے اس متواضع علمی بحث کو لکھنے کا ارادہ کیا اور اس کا عنوان (**طالب العلم بين أمانة التحمل ومسؤولية الأداء**) رکھا، سو میں جو کچھ کہوں گا وہ اللہ کی توفیق کے بعد ہی کہوں گا اسی سے مدد اور ہر طرح کی رہنمائی حاصل کرتا ہوں، میں نے اپنے کلام کو تین بنیادی مباحث اور ایک خاتمے میں خلاصہ کیا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلا مبحث: علم اور اہل علم کی فضیلت، اس مبحث میں تین مطالب ہیں:

پہلا مطلب: قرآن سے دلائل

دوسرا مطلب: سنت سے دلائل

تیسرا مطلب: بعض علماء کے اقوال

دوسرا مبحث: علم شرعی کے حصول کے ذرائع، اس مبحث میں چار مطالب ہیں:

پہلا مطلب: طالب علم کو ذہانت اور تزکیہ کی ضرورت

دوسرا مطلب: حصول علم کے مراتب

تیسرا مطلب: طالب علم کے آداب

چوتھا مطلب: حصول علم کے موانع

تیسرا مبحث: ادائیگی علم کی ذمہ داری، اس مبحث میں دو مطالب ہیں:

پہلا مطلب: ادائیگی علم کی ذمہ داری عملی طور پر

دوسرا مطلب: ادائیگی علم کی ذمہ داری تعلیمی ونظری طور پر

خاتمہ

اس بحث کے لیے مواد جمع کرتے وقت میں نے کلام اللہ، سنت رسول اور سلف صالح سے وارد آثار سے استشہاد کیا ہے، ساتھ ہی اختصار کو ملحوظ خاطر رکھا ہے طوالت سے درگزر کرتے ہوئے، امید ہے کہ اللہ تعالی جو کچھ میں نے جمع کیا ہے اسے نفع بخش بنائے گا اور اس کا فائدہ عام ہوگا۔

واللہ الموفق

د/محمد بن خلیفہ التمیمی

پہلا مبحث

علم اور اہل علم کی فضیلت

* پہلا مطلب: قرآن سے دلائل:

طالب علم پر یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرے بطور خاص اسلام کی نعمت کو کہ اللہ تعالی نے اسے دین اسلام کی طرف رہنمائی کی اور اسے اس کا حامل بنایا پھر اس کی طرف دعوت دینے والا بنایا، یہ وہ نعمت ہے جسے اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے پہلے سرفراز کر دیا ہے؛ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

(وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُۚ وَكَانَ فَضۡلُ ٱللَّهِ عَلَيۡكَ عَظِيمٗا)[النساء:113]۔

ترجمہ: اور تجھے وہ سکھایا ہے جسے تو نہیں جانتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا تجھ پر بڑا بھاری فضل ہے۔

یقینا ہم پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:

(قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِي ٱلَّذِينَ يَعۡلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَ)(الزمر:9)۔

ترجمہ: بتاؤ تو سہی کیا علم والے اور بے علم کیا برابر کے ہیں؟

اگر آپ قرآن کی اس آیت پر غور کریں گے اور طلب علم سے پہلے اپنے آپ پر غور کریں گے بعد اس کے کہ اللہ تعالی نے آپ کو طلب علم کی توفیق بخشی جو کہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے، کیا دونوں حالتیں برابر ہیں یعنی طلب علم سے پہلے کی حالت اور طلب علم کی حالت، تو جواب یقینا نفی میں ہوگا، اسی طرح اگر آپ خود پر غور وفکر کریں گے اور اپنے ان ساتھیوں پر جو آپ کے ہم عمر ہیں جو علم کو طلب نہیں

کر رہے ہیں کیا تم دونوں برابر ہو؟! تو یہاں بھی جواب یقینا نفی میں ہوگا، اسی طرح اگر اپنے آپ پر غور کریں گے اور عوام الناس پر غور کریں گے تو یقینا دونوں میں عظیم فرق پائیں گے، یہ تو رہی پہلی بات۔

دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ) [المجادلہ:11]۔

ترجمہ: اے مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں ذرا کشادگی پیدا کرو تو تم جگہ کشادہ کردو اللہ تمہیں کشادگی دے گا، اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو جاؤ تو تم اٹھ کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ (ہر اس کام سے) جو تم کر رہے ہو (خوب) خبردار ہے۔

یہ بلند مقام جس کا اللہ تعالی نے اہل ایمان اور اہل علم سے وعدہ کیا ہے اس میں سے کچھ تو انہیں دنیا کے اندر ہی حاصل ہو جاتا ہے اور کچھ آخرت کے اندر؛ چنانچہ ایک طالب علم کے لیے لوگوں کے اندر ایک بڑا مقام اور عزت و احترام ہوتا ہے، یہاں پر وقت نہیں ہے کہ اس کے لیے مثالیں پیش کی جائیں ورنہ یہ چیز بدیہی طور پر ظاہر ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علم ایک عالم کو دنیا و آخرت ہر دو جگہ بلند مقام عطا کرتا ہے ایسا مقام کی وہ مال و دولت اقتدار اور بادشاہت سے بھی نہیں حاصل ہو سکتا ہے علم ایک شریف انسان کے اندر مزید شرف و بزرگی پیدا کر دیتا ہے اور ایک غلام کو بلند مقام پر پہنچا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ

بادشاہوں کی طرح بیٹھتا ہے جیسا کہ صحیح روایت کے اندر آیا ہے جسے امام زہری نے نقل کیا ہے کہ ابو الطفیل سے مروی ہے کہ نافع بن عبد الحارث سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس مقام عسفان میں آئے، اس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اہل مکہ پر گورنر بنا رکھا تھا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ اہل وادی پر تم نے کس کو اپنا جانشین بنایا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے ان پر ابن ابزی کو جانشین بنا دیا ہے تو آپ نے پوچھا کہ یہ ابن ابزی کون ہے؟ تو کہا کہ یہ ہمارے غلاموں میں سے غلام ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے ان پر ایک غلام کو جانشین بنا دیا ہے؟! تو انہوں نے کہا کہ وہ کتاب اللہ کا ماہر قاری ہے فرائض کا اچھا جانکار ہے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: سن لو تمہارے نبی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی اس کتاب کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند کرتا ہے اور کچھ لوگوں کو نیچے گرا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم: 269)۔

ابو العالیہ نے کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آتا تھا اس حال میں کہ آپ تخت پہ بیٹھے ہوتے اور قریش آپ کے ارد گرد ہوتے، آپ میرا ہاتھ پکڑتے اور اپنے ساتھ تخت پر بٹھا لیتے، قریش کے لوگ مجھے گھور کر دیکھتے جسے ابن عباس رضی اللہ عنہما بھانپ لیتے اور کہتے کہ یہ علم کی دولت ہے جو ایک شریف کو مزید شرف عطا کرتا ہے اور ایک غلام کو تخت پر بٹھاتا ہے۔

اور جہاں تک تیسری بات ہے تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اہل علم اور طلبہ ہی اہل خشیت ہیں وہی اللہ تعالی سے کما حقہ ڈرتے ہیں جیسا کہ خود اللہ تعالی نے اس کی گواہی دی ہے ارشاد باری تعالی ہے:

(إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ)[فاطر:28]۔

ترجمہ: اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

اور جہاں تک چوتھی بات کا تعلق ہے تو اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا

هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ)[آل عمران:18]۔

ترجمہ: اللہ نے گواہی دی کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی، اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا کہ یہاں پر اللہ تعالی نے اہل علم کی گواہی لی ہے تاکہ وہ اللہ کی وحدانیت پر گواہ ہو جائیں؛ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا اللہ نے گواہی دی کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی، اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے)۔

اور یہ علم اور اہل علم کی فضیلت پر کئی وجوہات سے دلالت کرتا ہے:

1- اللہ تعالی نے دوسروں کو چھوڑ کر انسانوں میں صرف اہل علم کو گواہ بنایا ہے۔

2- اللہ تعالی نے اپنی گواہی کے ساتھ ان کی گواہی کو ملا دیا ہے۔

3- ان کی گواہی کو فرشتوں کی گواہی کے ساتھ ملا دیا ہے۔

4- اس میں اہل علم کا تزکیہ اور تعدیل ہے: کیونکہ اللہ تعالی اپنے مخلوق میں انہی لوگوں کو گواہ بنائے گا جو عادل اور نیک ہیں۔

5- اللہ تعالی نے انہیں اہل علم کہا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ان کا اختصاص ہے اور یہ علم والے ہیں، علم ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

6- اللہ تعالی نے خود اپنی ذات سے گواہی دی ہے جو سب سے عظیم اور جلیل القدر گواہی ہے، پھر اس

کے بعد اپنے بندوں میں ان لوگوں کو گواہ بنایا ہے جو بہتر ہیں، اور وہ فرشتے ہیں اور انسانوں میں اہل علم ہیں، اور یہی چیز ان کے لیے فضل وشرف کے اعتبار سے کافی ہے۔

اور جہاں تک پانچویں بات کا تعلق ہے تو اللہ تعالی نے فرمایا: (وقل رب زدنی علما)

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ علم کے لیے شرف کے اعتبار سے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ سے علم کو طلب کریں۔ (مفتاح دار السعادۃ: 1 / 50)۔

* دوسرا مطلب: سنت سے دلائل:

1 - اہل علم ہی انبیاء کے وارث ہیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (علماء انبیاء کے وارث ہیں)، سو اللہ تعالی نے علماء کو اپنے دین اور وحی پر وکیل اور امین بنایا ہے اور اپنے دین کی حفاظت اور اسے قائم کرنے اور اس کا دفاع کرنے کے لیے ان سے راضی ہوگیا ہے، اور یہی ان کے لیے شرف ومنزلت کے اعتبار سے کافی ہے، جس کے اندر ان کے لیے بڑی منقبت ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث کے اندر اہل علم کے لیے عظیم منقبت پائی جاتی ہے:

کیونکہ انبیاء اللہ کی مخلوق میں سب سے افضل ہیں، سو ان کے بعد ان کے وارث بھی سب سے افضل ہوں گے، اور چونکہ میراث ورثہ کی طرف منتقل ہوتا ہے کیونکہ وہ ان کے قائم مقام ہوتے ہیں اور رسولوں کے بعد تبلیغ دین میں ان کا نائب اور قائم مقام علماء کے علاوہ کون ہو سکتے ہیں؟! سو یہی ان کے میراث کے مستحق ہیں، اس کے اندر اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ یہ لوگوں میں سب سے زیادہ ان کے قریب ہیں؛ کیونکہ میراث قریبی لوگوں کے لیے ہوتا ہے، سو جس طرح دینار ودرہم کے میراث میں یہ چیز ثابت ہے اسی طرح سے میراث نبوت میں بھی یہی چیز پائی جاتی ہے، اور اللہ تعالی اپنی رحمت کو جس کے ساتھ چاہتا ہے خاص کرتا ہے۔ (مفتاح دار السعادۃ: 1 / 66)۔

2 - طلب علم دنیا وآخرت ہر جگہ خیر وسعادت کا باعث ہے، جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيبًا، يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ.

ترجمہ: ابن شہاب سے مروی ہے، ان سے حمید بن عبد الرحمٰن نے کہا کہ میں نے معاویہ سے

سنا۔ وہ خطبہ میں فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے۔ (صحیح بخاری: 71)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں آیا ہے:

عن أبي الدرداء قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالْحِيتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ، وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ".

ترجمہ: سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جو شخص طلب علم کے لیے راستہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے جنت کی راہ چلاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی بخشش کی دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں دعائیں کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے چودھویں رات کی تمام ستاروں پر، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور نبیوں نے اپنا وارث درہم و دینار کا نہیں بنایا بلکہ علم کا وارث بنایا تو جس نے علم حاصل کیا اس نے ایک وافر حصہ لیا“۔ (سنن ابی داؤد: 3641)۔

امام بدر الدین ابن جماعہ رحمہ اللہ نے کہا: جان لو! اس سے بڑا مقام اور مرتبہ کسی کا نہیں ہوسکتا جس کے لیے فرشتے اور دیگر مخلوق استغفار اور دعا کریں، فرشتے جس کے لیے اپنے بازوؤں کو بچھا

دیں،لوگ نیک آدمی کی دعالینے میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں یا ایسے شخص کی دعا لینے میں جس کے بارے میں نیک اور متقی ہونے کا گمان ہوتا ہے پھر کیا حال ہوگا اس شخص کے بارے میں جس کے لیے فرشتے دعا کرتے ہوں، یہاں پر فرشتوں کے بازوں کے بچھانے کے مفہوم میں اختلاف ہے؛ چنانچہ کہا گیا کہ یہاں مراد تواضع اور خاکساری ہے، اور یہ بھی کہا گیا کہ یہاں مراد فرشتوں کا نازل ہونا اور وہاں حاضری دینا ہے،اور یہ بھی کہا گیا کہ یہاں پر عالم کی توقیر وتعظیم کرنا مقصود ہے۔(تذکرۃ السامع والمتکلم ،ص 8)۔

3- عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ , قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , يَقُولُ:" لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ، رَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا".

ترجمہ: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حسد (رشک) کرنا صرف دو ہی آدمیوں کے ساتھ جائز ہوسکتا ہے۔ایک تو اس شخص کے ساتھ جسے اللہ نے مال دیا اور اسے حق اور مناسب جگہوں میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔ دوسرے اس شخص کے ساتھ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت (عقل علم قرآن وحدیث اور معاملہ فہمی) دی اور وہ اپنی حکمت کے مطابق حق فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔(صحیح بخاری:7529)۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا: یہاں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ کسی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی سے حسد کرے یعنی کسی پر رشک کرے یعنی وہ تمنا کرے کہ اس کی بھی حالت اس کی طرح ہو جائے اور اس کی نعمت کے خاتمے کی تمنا نہ کرے تو یہ بھی جائز نہیں ہے مگر ایک حالت میں ،یعنی لوگوں پر اپنے علم یا مال کے ذریعے احسان کرنا، اس کے علاوہ رشک کرنا بھی مناسب

نہیں ہے کہ یہ تمنا کیا جائے کہ اس کی بھی حالت اسی طرح ہو جائے۔کیوں کہ لوگ اس سے تھوڑا افائدہ اٹھاسکیں گے۔(مفتاح دارالسعادہ:1 / 62)۔

4- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا "، قَالُوا: وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: " حِلَقُ الذِّكْرِ ".

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو تم (کچھ) چر، چگ لیا کرو،لوگوں نے پوچھا” ریاض الجنۃ“ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:” ذکر کے حلقے اورذکر کی مجلسیں“۔(سنن ترمذی:3510)۔

5- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ، إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انسان جب فوت ہو جاتا ہے، اس کا عمل بند ہو جاتا ہے، مگر تین صورتوں میں، جاری رہنے والا صدقہ، علم جس سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے، اولاد جو اس کے حق میں دعا کرتی ہے۔“ (صحیح مسلم :1631)۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث علم کی فضیلت، اس کی اہمیت اوراس کے عظیم فائدے پر ایک بہت بڑی دلیل ہے اور یہ کہ اس کا ثواب آدمی کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے گویا وہ زندہ ہے اس کا علم منقطع نہیں ہوا ہے، ساتھ ہی لوگ اسے یاد رکھتے ہیں اوراس کی مدح وستائش کرتے رہتے

ہیں، اس طرح اس کے حق میں یہ اجر و ثواب کا جاری رہنا اس کے لیے دوسری زندگی ہے جبکہ دوسروں کے اعمال کا ثواب منقطع ہو جاتا ہے۔(مفتاح دار السعادہ:1 / 62)۔

* تیسرا مطلب: بعض علماء کے اقوال:

1 - جلیل القدر صحابی سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علم حاصل کرو کیوں کہ اللہ کے لیے علم کا سیکھنا خشیت ہے، اسے حاصل کرنے کی کوشش کرنا عبادت ہے، اس کا مذاکرہ کرنا یعنی پڑھنا اور پڑھانا تسبیح ہے۔ علم کی تلاش جہاد ہے، نااہلوں کو علم سکھانا صدقہ اور اس کی اہلیت رکھنے والوں کو بتانا باعث اجر و ثواب ہے۔ علم کے ذریعے اللہ کی معرفت ہوتی ہے اور اسکی بندگی ہوتی ہے، اور اسی سے توحید کامل ہوتا ہے، علم ہی سے رشتے جڑتے ہیں، علم ہی سے حلال و حرام کی شناخت ہوتی ہے، علم تنہائی کا ساتھی اور اکیلے پن کا مونس غمخوار ہے، پردیس میں رفیق اور جنت کا راہ نشان ہے، علم کے ذریعے اللہ بعضوں کو اٹھاتا ہے اور انہیں نیکی کا ایسا امام بنا دیتا ہے کہ اس کے نقش قدم پر چلا جاتا ہے۔ ان کی سیرت کو نمونہ بنا دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے نقش قدم کی پیروی کی جاتی ہے۔ فرشتے ان کی دوستی پر راغب ہوتے ہیں سو اپنے پروں سے انہیں چھوتے ہیں، ان کی مغفرت کے لیے ہر چیز یہاں تک کے پانی کی مچھلیاں زمین کے کیڑے مکوڑے اور خشکی کے درندو چرند، آسمان اور اسکے ستارے دعا کرتے ہیں۔ گمراہی میں علم دلوں کے لیے زندگی ہے۔ تاریکی میں آنکھوں کے لیے روشنی ہے۔ کمزوری کے وقت بدن کیلئے قوت ہے، علم ہی کے ذریعے بندے دنیا اور آخرت میں اعلیٰ مقام اور بلند درجات حاصل کرتے ہیں۔ علم میں غور و فکر روزے کے برابر ہے۔ علم عمل کا رہنما ہے اور عمل علم کا پیرو ہے۔ علم سے نیک بختوں کو سرفراز کیا جاتا ہے اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔" (مفتاح دار السعادہ: 1 / 120)۔

یہ اثر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بہت ہی معروف ہے، آپ لوگوں میں حلال و حرام کے بارے میں سب سے زیادہ جانکار تھے۔

2- سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک عالم ربانی، دوسرا متعلم کہ جو نجات کی راہ پر برقرار رہے اور تیسرا اعوام الناس کا وہ پست گروہ ہے کہ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے ہو لیتا ہے اور ہر ہوا کے رخ پر مڑ جاتا ہے، نہ انہوں نے نور علم سے کسب ضیاء کیا اور نہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لی۔

علم مال سے بہتر ہے، (کیونکہ) علم تمہاری نگہداشت کرتا ہے جبکہ مال کی تمہیں حفاظت کرنا پڑتی ہے، اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے لیکن علم صرف کرنے سے بڑھتا ہے، علم سربراہی کرتا ہے جبکہ مال پر سربراہی کی جاتی ہے۔

علم کی شناسائی ایک قرض ہے کہ جس کی ادائیگی کی جاتی ہے۔ اسی سے انسان اپنی زندگی میں دوسروں سے اپنی اطاعت منواتا ہے اور مرنے کے بعد نیک نامی حاصل کرتا ہے، اور مال و دولت کے نتائج و اثرات مال کے فنا ہونے سے فنا ہو جاتے ہیں۔ مال اکٹھا کرنے والے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں اور علم حاصل کرنے والے رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں۔ بے شک ان کے اجسام نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں مگر ان کی صورتیں دلوں میں موجود رہتی ہیں۔ (مفتاح دار السعادۃ: 1 / 123)۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا کہ آپ کا یہ قول کہ (لوگوں کی تین قسمیں ہیں: ایک عالم ربانی، دوسرا متعلم کہ جو نجات کی راہ پر برقرار رہے اور تیسرا اعوام الناس کا وہ پست گروہ ہے) تو یہ لوگوں کی خصوصی تقسیم ہے اور یہی حقیقت ہے؛ کیونکہ بندہ یا تو علم و عمل کے ذریعے کمال کو حاصل کر لیتا ہے یا نہیں حاصل کر پاتا ہے، اس طرح پہلا عالم ربانی ہے، اور جہاں تک دوسرے کا تعلق ہے تو اس کا نفس یا تو اس کمال کے حصول کے لیے متحرک ہوتا ہے اور اس کے پانے کی کوشش کرتا ہے یا ایسا نہیں

ہوتا تو یہ دوسرا نجات کی راہ میں متعلم یعنی علم حاصل کرنے والا ہے اور تیسرا اعوام الناس کا پست گروہ ہے۔تو پہلا گروہ واصل ہے دوسرا طالب ہے اور تیسرا محروم جو حصول علم سے اعراض کرنے والا ہے، سو نہ وہ عالم ہے نہ ہی متعلم بلکہ وہ لوگوں کا پست گروہ ہے، اس سے وہ جاہل مراد ہیں جو احمق ہوتے ہیں،اور یہاں پر پست گروہ کے لیے ہمج کا لفظ آیا ہے جو کہ جمع ہے ھمجہ کی جس سے مراد وہ چھوٹی قسم کی مکھی ہے جو مچھر کی طرح ہوتی ہے اور وہ بکریوں اور دوسرے جانوروں کے چہروں اور ان کی آنکھوں پر بیٹھتی ہے،سو یہاں پر ایسے لوگوں کی تشبیہ انہی مکھیوں سے دی گئی ہے جو لوگوں میں جاہل اور احمق قسم کے ہوتے ہیں جن کا کوئی شمار نہیں ہوتا۔اور جو آپ نے یہ کہا ہے کہ (یہ ہر پکارنے والے کی پکار کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں) تو اس سے یہاں مراد یہ ہے کہ انہیں کوئی بھی آواز دے اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں خواہ وہ ہدایت کی طرف بلائے یا گمراہی کی طرف انہیں اس کا علم نہیں ہوتا ہے اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ جس کی طرف انہیں بلایا جارہا ہے آیا وہ حق ہے یا باطل۔(مفتاح دار السعادۃ:1 / 125)۔

3-سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علم کے شرف کے لئے یہی کافی ہے کہ اسے نہ رکھنے والا بھی اس کا دعویٰ کرتا ہے اور اگر اس کی طرف علم کو منسوب کر دیا جائے تو وہ خوش ہو جاتا ہے۔اور جہالت کی مذمت اور برائی کے لیے یہی کافی ہے کہ اس سے وہ بھی اپنی براءت کا اظہار کرتا ہے وہ جہالت میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔(تذکرۃ السامع ص10)۔

4-سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب نوجوانوں کو علم حاصل کرتے دیکھتے تو مارے خوشی کے فرماتے کہ صاف وشفاف دل والے،گھروں کے ٹاٹ پر قبیلے کے مہکتے پھول شمار ہونے والے علم وحکمت کے سرچشموں اور تاریکیوں کے روشن چراغوں کو خوش آمدید ہو۔(جامع بیان العلم

وفضلہ:ابن عبدالبر: 1 / 132)۔

5- وہب بن منبہ نے کہا کہ علم سے شرف ملتا ہے گرچہ صاحب علم کمتر ہی کیوں نہ ہو، اس سے عزت ملتی ہے گرچہ لوگوں کی نگاہ میں وہ ذلیل ہی کیوں نہ ہو، اس سے قربت اور اپنائیت حاصل ہوتی ہے گرچہ وہ دور ہی کیوں نہ ہو، اس سے ایک انسان غنی ہوتا ہے گرچہ بظاہر وہ فقیر ہی کیوں نہ ہو، اس سے ہیبت وجلال ملتا ہے گرچہ وہ معاشرے میں کمتر ہی کیوں نہ ہو۔(تذکرۃ السامع ص 10)۔

6-سفیان ابن عیینہ نے کہا کہ اللہ کے نزدیک لوگوں میں بلند مقام ومرتبے والا وہ شخص ہے جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان حلقہ وصل ہوتا ہے اور وہ انبیاء اور علماء ہیں۔

7-سفیان ابن عیینہ نے مزید کہا کہ دنیا کے اندر نبوت سے افضل کسی کو اور کوئی چیز نہیں مل سکی اور نبوت کے بعد علم وفقہ سے افضل کوئی چیز نہیں۔(مصدر سابق)۔

8-سفیان ثوری اور امام شافعی نے کہا کہ فرائض کے بعد طلب علم سے افضل کوئی چیز نہیں۔(جامع بیان العلم وفضلہ: 1 / 1243)۔

9- امام بدر الدین ابن جماعہ رحمہ اللہ نے کہا کہ حصول علم میں مشغول رہنا اللہ کی خاطر یہ بدنی نفلی عبادتوں سے افضل ہے جیسے کہ نماز روزہ تسبیح اور دعا وغیرہ؛ اس لیے کہ علم کا فائدہ عام ہے اس سے آدمی کو خود فائدہ ہوتا ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی جب کہ بدنی نفلی عبادتوں کا فائدہ خود اس کے کرنے والے تک محدود ہے، اور اس لیے کہ علم دوسروں کی عبادات کو صحیح کرتا ہے اس طرح عبادات علم کا محتاج ہیں اور اسی پر موقوف ہیں جبکہ علم ان پر موقوف نہیں ہے، اور اس لیے کہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور یہ دوسرے عبادت گزاروں کو حاصل نہیں ہے، اور اس لیے کہ ایک عالم کی اطاعت دوسرے پر واجب ہے علم کی بنیاد پر، اور اس لیے کہ علم کے آثار آدمی کے مرنے کے بعد بھی

باقی رہتے ہیں جب کہ نفلی بدنی عبادات مرنے کے بعد منقطع ہو جاتی ہیں، اور اس لیے کہ علم کے بقاء میں شریعت کا احیاء اور دین وملت کے شعائر کا تحفظ ہے۔ (تذکرۃ السامع، ص 13)۔

10- ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا کہ حقیقی سعادت اور نیک بختی علم نافع کی سعادت ہے؛ کیونکہ یہ مرور زمانہ کے ساتھ باقی رہتا ہے، اور یہ بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے؛ خواہ وہ سفر میں ہو یا حضر میں، اور اسی طرح علم اس کا ساتھ مرنے کے بعد بھی نہیں چھوڑتا چنانچہ جس طرح علم دنیا میں اس کے ساتھ تھا برزخ میں بھی رہے گا اور آخرت میں بھی رہے گا، اس کے ذریعے بندہ فضل وکمال کے درجات پر فائز ہوتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ اس سعادت کو حاصل کرنے میں مشقتیں اٹھاتے ہیں؛ کیونکہ اسے بغیر محنت ومشقت کے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ (مفتاح دار السعادۃ: 1 / 108)۔

دوسرا مبحث:

علم شرعی کے حصول کے ذرائع

* پہلا مطلب: طالب علم کو ذہانت اور تزکیہ کی ضرورت:

اگر آپ طلبہ علم کے قسموں پر غور کریں گے تو پائیں گے کہ وہ درج ذیل تین قسموں سے باہر نہیں نکلیں گے:

پہلی قسم: وہ طلباء جنہیں ذہانت اور علم وفہم عطا کیا گیا ہے، ساتھ ہی دل کے اعتبار سے وہ پاکیزہ اور حسن اخلاق کے مالک بھی ہیں، سوان کی ذہانت انہیں طلب علم کے اندر محنت کرنے اور اس کے حصول کی کوشش کرنے پر ابھارتی ہے اور ان کے دل کی پاکیزگی اور طہارت اس علم کے مطابق انہیں عمل کرنے اور اسے اپنی زندگی میں لاگو کرنے پر انگیز کرتی ہے۔

دوسری قسم: وہ طلبہ علم جنہیں ذہانت تو عطا کی گئی مگر پاکیزگی کے حامل نہ ہوسکے سوان کی ذہانت انہیں حصول علم پر ابھارتی ہے البتہ ان کے دل کی عدم پاکیزگی انہیں عمل کرنے اور اسے اپنی زندگی میں لاگو کرنے پر انگیز نہیں کرتی ہے۔

تیسری قسم: وہ طلبہ علم جو مذکورہ دونوں اوصاف سے محروم ہیں؛ نہ تو ان کے پاس ذہانت ہے کہ جس کے ذریعے وہ علم حاصل کرسکیں اور نہ ہی ان کے پاس دل کی پاکیزگی ہے کہ جس کے ذریعے وہ عمل کرسکیں۔

مذکورہ تینوں قسموں کا ذکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث کے اندر کیا ہے جو درج ذیل ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: " مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ، كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ، فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ".

ترجمہ: سیدنا ابوموسیٰ سے سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جس علم و ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال زبردست بارش کی سی ہے جو زمین پر (خوب) برسے۔ بعض زمین جو صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور بہت بہت سبزہ اور گھاس اگاتی ہے اور بعض زمین جو سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ اس سے سیراب ہوتے ہیں اور سیراب کرتے ہیں۔ اور کچھ زمین کے بعض خطوں پر پانی پڑتا ہے جو بالکل چٹیل میدان ہوتے ہیں۔ نہ پانی روکتے ہیں اور نہ ہی سبزہ اگاتے ہیں۔ تو یہ اس شخص کی مثال ہے جو دین میں سمجھ پیدا کرے اور نفع دے، اس کو وہ چیز جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس نے علم دین سیکھا اور سکھایا اور اس شخص کی مثال جس نے سر نہیں اٹھایا (یعنی توجہ نہیں کی) اور جو ہدایت دے کر میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کیا۔ (صحیح بخاری: 79)۔

اس حدیث کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم کو جو آپ لے کر آئے بارش کے پانی سے تشبیہ دی ہے؛ کیونکہ یہ دونوں چیزیں زندگی کا سبب ہیں یعنی علم اور بارش کا پانی، بارش کا پانی

جسموں کے لیے زندگی اور تازگی کا باعث ہے جبکہ علم دلوں کے لیے زندگی اور تازگی کا سبب ہے، آپ نے دلوں کی تشبیہ وادیوں سے دی ہے، اور یہ واضح کیا ہے کہ بارش کے پانی کو قبول کرنے کے اعتبار سے زمین کی تین قسمیں ہیں:

1- وہ پاکیزہ زمین جو پانی کو قبول کرے اور سبزہ اگائے؛ چنانچہ ایسی زمین پر جب بارش کا پانی پڑتا ہے تو وہ سیراب ہو جاتی ہے اور اسی سے سبزہ اگتا ہے جس سے پورا علاقہ سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے، اسی طرح سے وہ ذہین اور پاکیزہ دل ہوتا ہے جو ذہانت کی وجہ سے علم کو قبول کرتا ہے اور پھر اس کے اندر پاکیزگی کی وجہ سے حکمت اور دین حق کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، اس طرح وہ دل علم کو قبول کرتا ہے اور اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

2- وہ زمین جو سخت ہو جو پانی کو قبول کرے اور اسے محفوظ کر لے لوگ وہاں آ کر اس پانی سے سیرابی حاصل کریں اور اس سے کھیتی کریں، اس کی مثال اس دل کی ہے جو علم کو محفوظ کر لیتا ہے اسی طرح جس طرح سے سنتا ہے یعنی یہ مجرد علم کو اپنے اندر محفوظ کر لیتا ہے اور پھر جیسا سنتا ہے اسی طرح نقل کر دیتا ہے، تو یہ دل اس قسم میں سے ہے جس کے بارے میں اللہ کے رسول نے فرمایا ہے: (فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرِ فَقِيهٍ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ) ترجمہ: بہت سے علم دین رکھنے والے فقیہ نہیں ہوتے ہیں، اور بہت سے علم دین رکھنے والے اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچاتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: 236)۔

تیسری قسم کی زمین جو سخت بنجر ہو جہاں نہ کوئی سبزہ اگے اور نہ ہی پانی روکے، اگر بارش کا پانی اس پر پڑے تو نہ تو وہ اس سے خود فائدہ اٹھائے اور نہ کوئی دوسرا، اس کی مثال اس دل کی ہے جو علم وفقہ اور درایت کو قبول نہیں کرتا، وہ اسی بنجر زمین کی طرح ہے جو نہ تو سبزہ اگاتی ہے اور نہ ہی پانی محفوظ

کرتی ہے۔

اس طرح لوگوں میں پہلی قسم کے وہ لوگ ہیں جو عالم ہوں اور معلم بھی ہوں، اللہ کے دین کی طرف علم وبصیرت کے ساتھ دعوت بھی دیتے ہوں تو یہی وہ لوگ ہیں جو انبیاء اور رسولوں کے وارث ہیں، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کرتا ہے اور اس کے ذریعے اللہ فائدہ پہنچاتا ہے تو یہ وہی شخص ہے جو علم کو حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جنہیں ذہانت تو عطا کی گئی مگر پاکیزگی قلب سے محروم رہے، ان لوگوں نے اپنی ذہانت کی بنیاد پر علم کو یاد کرلیا اور اسے دوسروں تک نقل کردیا۔

لوگوں میں تیسری قسم وہ ہے جو نہ تو ذہانت سے سرفراز کیے گئے اور نہ ہی پاکیزگی قلب سے، بلکہ وہ دونوں اوصاف سے محروم رہے؛ اسی لیے ان لوگوں نے نہ تو اللہ کی ہدایت کو قبول کیا اور نہ ہی اس کے لیے کوئی کوشش کی۔

اس طرح حدیث نے لوگوں کی تینوں قسموں کا احاطہ کرلیا ہے علم شرعی کے تعلق سے ان کے موقف کے اعتبار سے؛ چنانچہ مذکورہ حدیث سے پتہ چلا کہ طالب علم کے لیے دو لازم ملزوم چیزوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ علم کو حاصل کرسکے اور وہ دونوں ذہانت اور پاکیزگی قلب ہے، سو ضروری ہے کہ طالب علم کا دل پاکیزہ ہو نیت صاف ہو پاک سیرت والا ہو دین کے اندر استقامت ہو تاکہ یہ چیز اسے درج ذیل امور پر ابھارے:

1-اخلاص نیت اور طلب علم میں نیک نیتی۔

2-شہوت اور غفلت پر لگام لگانا کیونکہ یہ دونوں طلب علم میں رکاوٹ ہیں۔

3-ان شبہات کو دور کرنا جو طلب حق کی راہ میں رکاوٹ بنیں۔

4-اس علم کے حق کو ادا کرنا اس طور پر کہ اسے جس طرح سے حاصل کیا ہے اسی طرح اس پر عمل کرے اور دوسروں کو بھی سکھائے۔

اس لیے ضروری ہے کہ طالب علم کے پاس ذہانت ہو جو اسے علم کے حاصل کرنے اور اس کے طلب میں محنت کرنے پر اس کے لیے معاون ثابت ہو؛ اسی لیے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے جب دغفل بن حنظلہ سے سوال کیا تو فرمایا: اسے تم نے کہاں سے یاد کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اسے میں نے ذہین اور عاقل قلب اور بہت زیادہ سوال کرنے والے زبان کے ذریعے حاصل کیا ہے۔(جامع بیان العلم وفضلہ:1 / 378)۔

اس لیے ضروری ہے کہ طالب علم کے پاس عقل و ذہانت ہو تا کہ وہ اچھی طرح علم کو حاصل کر سکے اور تا کہ یہ ذہانت فہم نصوص اور اسی طرح مسائل کے معرفت اور ان کے استیعاب کرنے میں معاون بن سکے، ذہانت اور پاکیزگی قلب طالب علم کے لیے ضروری ہے اس کی تاکید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ طبعی طور پر انسان کے پاس دو قوتیں ہیں:

پہلی قوت: غور وفکر اور ادراک کی قوت کہ جس کے بعد علم ومعرفت کا میدان آتا ہے، اور اسی کو علمی نظری قوت کہتے ہیں جسے ہم نے یہاں پر ذہانت سے یاد کیا ہے۔

دوسری قوت: ارادہ اور محبت کی قوت کہ جس کے بعد نیت، عزم وحوصلہ اور عمل کا میدان آتا ہے، اسے عملی اور تطبیقی قوت کہتے ہیں۔

اس طور پر دیکھا جائے تو ایمان کا دارومدار دو بنیادوں پر ہے:

1-خبر کی تصدیق کرنا جو کہ علمی نظری قوت کے اندر ہوتی ہے۔

2-حکم کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا جوکہ عملی ،ارادی اور تطبیقی قوت کے اندرہوتی ہے۔

ان دونوں کے تابع دوامراورہوتے ہیں:

پہلاامر:ان باطل شبہات کادورکرناجوکمال تصدیق کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہوں۔

دوسراامر:ان گمراہ شہوتوں کو دورکرناجوکمال بجاآوری اورتابعداری کی راہ میں رکاوٹ ہوں۔

اس لیےکہ شبہہ علمی نظری قوت کے اندرفسادکاباعث ہوتاہے جب تک کہ انسان اسے دورنہ کردے، اوریہ شبہہ علم صحیح کے ذریعے ہی دورہوسکتاہے۔

اورشہوت ارادی عملی تطبیقی قوت کے اندرفسادکاباعث ہوتاہے جب تک کہ انسان تزکیہ قلب کے ذریعے اس کاعلاج نہ کردے؛ اسی لیے اللہ تعالی نے اپنے نبی کے حق میں فرمایاہے:(مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى)[النجم:2]۔

ترجمہ:تمھاراساتھی (رسول) نہ راہ بھولاہےاورنہ غلط راستے پرچلاہے۔

اس طرح اللہ تعالی کایہ کہناکہ (وہ نہ راہ بھولاہے) اس بات پردلیل ہے کہ آپ کاعلم اورمعرفت کمال کے درجے کوپہنچی ہوئی تھی اوریہ کہ آپ واضح حق پرقائم تھے،اوراسی طرح سے اللہ تعالی کایہ کہناکہ (آپ نہ توغلط راستے پرچلے ہیں) اس بات پردلیل ہے کہ آپ کی ذہانت اوردرایت کمال کوپہنچی ہوئی تھی اورآپ لوگوں میں نیکی کے اعتبارسے سب سے بلندمقام پرفائزہیں۔

یہی صفت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعدکے خلفاء کے لیے بیان کیاہے چنانچہ آپ نے فرمایاکہ تم لوگ میری سنت کولازم پکڑواورمیرے بعدآنے والے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کولازم پکڑنا۔(سنن ترمذی:2676)۔

یہاں پرراشدسے مرادجوصحیح راہ پرہواوریہ گمراہ کاضدہے،اسی طرح مہدی ضال کاضدہے،اسی لیے کتاب وسنت کے نصوص کے میں طلب علم پرابھاراگیاہے،اسی طرح تزکیہ نفس اورسلامت قلب پربھی

ابھارا گیا ہے، تزکیہ قلب کی ضرورت پر بے حد زور دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: (فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ) [الحج:46]۔

ترجمہ: بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

اسی طرح حدیث کے اندر آیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقینا جسم کے اندر ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ صحیح سلامت رہے تو جسم کے سارے اعضاء صحیح رہتے ہیں اور جب وہ فاسد ہو جائے تو سارے اعضاء فاسد ہو جاتے ہیں، سن لو! وہ دل ہے)۔(صحیح بخاری:52)۔

اس لیے طالب علم پر ضروری ہے کہ وہ اپنے قلب کی سلامتی کا حریص ہو کیونکہ یہی چیز اللہ کے یہاں اسے فائدہ پہنچائے گی جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ [88] إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ) [الشعراء:89]۔

ترجمہ: جس دن نہ کوئی مال فائدہ دے گا اور نہ بیٹے۔ [88] مگر جو اللہ کے پاس سلامتی والا دل لے کر آیا۔

سلامتی والا دل وہی ہے جو شرک سے پاک ہو، بدعات سے پاک ہو، گمراہی اور باطل سے پاک ہو، وہی دل ہے جو اپنے رب کی بندگی کیلئے محفوظ ہو محبت وخوف اور طمع ورجاء کی خاطر، سو وہ اللہ کی محبت کو اسکے سوا دوسروں کی محبت پر مقدم رکھے، اسکے خوف کو دوسروں کے خوف پر، اسکے رجاء وامید کو دوسروں کے رجاء وامید پر مقدم رکھے، اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو تسلیم کرے تصدیق اور اطاعت کرتے ہوئے، اللہ کے فیصلے اور اس کی تقدیر کے سامنے خود کو حوالے کر دے یعنی اپنے تمام احوال اور اقوال و اعمال کو ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے صرف اللہ کے لیے سر تسلیم خم کر دے۔(مفتاح دار السعادۃ: 1/ 41)۔

امام بدر الدین ابن جماعہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ضروری ہے کہ طالب علم اپنے دل کو ہر طرح کے دھوکے، نجاست، حقد وحسد، بدعقیدگی اور برے اخلاق سے پاک صاف کرلے تاکہ اس کا دل علم کو قبول کرنے کے لیے اور اسے یاد کرنے کے لیے اور اس کے دقیق معانی سے مطلع ہونے اور اس کے حقائق تک پہنچنے کے قابل ہو سکے؛ کیونکہ بعض لوگوں کے قول کے مطابق علم تنہائی کی نماز دل کے عبادت اور باطن کی قربت ہے، چنانچہ جس طرح نماز جوکہ ظاہری بدنی عبادت ہے یہ اس وقت تک صحیح نہیں ہوتی ہے جب تک کہ انسان ظاہری اور باطنی ہر طرح کی نجاست سے پاک نہ ہو جائے، اسی طرح علم جوکہ قلبی عبادت ہے یہ بھی اس وقت تک درست نہیں ہوگا جب تک کہ دل کو بری صفات اور برے اخلاق سے پاک نہ کرلیا جائے۔

چنانچہ جب علم کے لیے دل پاک صاف ہو جاتا ہے تو اس کی برکت بھی ظاہر ہوتی ہے اور اس میں اضافہ ہوتا ہے اس زمین کی طرح کہ جب اسے کھیتی کے لیے پاک صاف کردیا جائے تو وہ سبزہ زار ہو جاتی ہے اور اس کے اندر نمو اور بڑھوتری ہوتی ہے۔

سہل تستری رحمہ اللہ نے کہا: اس دل میں روشنی نہیں پہنچتی ہے جس کے اندر کوئی ایسی چیز ہو جو اللہ کو پسند نہ ہو۔ (تذکرۃ السامع ص 67)۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا:

شكوت إلى وكيع سوء حفظي

فَأَرشَدَني إِلى تَركِ المَعاصي

وَأَخبَرَني بِأَنَّ العِلمَ نورٌ

وَنورُ اللَهِ لا يُهدى لِعاصي

مفہوم: میں نے اپنے استاد وکیع سے اپنے خراب حافظے کی شکایت کی تو آپ نے مجھے گناہوں

سے دور رہنے کی نصیحت کی اور مجھے یہ بتلایا کہ علم نور ہے اور اللہ کا نور کسی گنہگار کو نہیں دیا جاتا۔ (دیوان الشافعی، ص 54)۔

*دوسرا مطلب: حصول علم کے مراتب:

حصول علم کے کچھ مراتب ہیں ضروری ہے کہ طالب علم ان کا لحاظ رکھے تا کہ وہ آسان اور بہتر طریقے سے اسے حاصل کر سکے، علماء نے ان مراتب کو ذکر کیا ہے اور طلبہ کے لیے انہیں واضح کیا ہے تا کہ وہ ان پر عمل کر سکیں۔

امام عبد اللہ ابن مبارک رحمہ اللہ نے کہا: علم کا پہلا زینہ نیت ہے، اس کے بعد اسے اچھی طرح سننا ہے، پھر اس کے بعد اسے اچھی طرح سمجھنا ہے، پھر اسے اچھی طرح یاد کرنا ہے، پھر اس پر عمل کرنا ہے، پھر اس کی نشر و اشاعت کرنا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علم کے چھ مراتب ہیں:

1- اچھی طرح سوال کرنا۔

2- اچھی طرح بغور سماعت کرنا

3- اچھی طرح سمجھنا۔

4- اچھی طرح یاد کرنا۔

5- اچھی طرح سیکھنا۔

6- جو کچھ سیکھا ہے اس پر عمل کرنا اور اس کے حدود کا خیال کرنا اور یہی علم کا نتیجہ ہے۔

جہاں تک پہلے مرتبے کا تعلق ہے یعنی اچھی طرح سوال کرنا تو کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو علم سے محروم ہوتے ہیں کیونکہ وہ اچھی طرح سوال نہیں کرتے؛ یا تو اس وجہ کی وہ کبھی سوال کرتے ہی نہیں ہیں یا اس وجہ کہ وہ کسی چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں جبکہ اس کے علاوہ دوسری چیز زیادہ اہم ہوتی ہے، جیسے کہ کوئی ایسی چیز کے بارے میں سوال کرے جس کے بارے میں نہ جاننا کوئی نقصان دہ نہیں ہے اور وہ ایسی چیزوں کو چھوڑ دے کہ جن کا جاننا ضروری ہے، اور آج اکثر جاہل عالموں کا یہی حال ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا: اللہ تعالی انصار کی عورتوں پر رحم فرمائے، دینی معاملات میں وہ سوال کرتی ہے انہیں اس بات سے حیا نہیں روکتا۔(صحیح مسلم:332)۔

سیدنا امیر المومنین معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے دغفل بن حنظلہ سے سوال کیا کہ اس کو تم نے کہاں سے یاد کیا ہے تو انہوں نے کہا: اسے میں نے عقل وفکر والے دل اور بہت زیادہ سوال کرنے والی زبان سے یاد کیا ہے۔(حوالہ سابق)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے علم کو ذلیل ہو کر حاصل کیا ہے اسی لیے اسکی نشر و اشاعت کر کے آج میں باعزت ہوں۔(جامع بیان العلم وفضلہ:1 / 1474)۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مزید فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عام طور سے انصار کے اسی قبیلے میں پایا، میں اکثر اسی قبیلے میں کسی نہ کسی کے دروازے پر جا کر پڑا رہتا تھا اور وہیں پر میرا قیلولہ ہو جاتا تھا حالانکہ اگر میں چاہتا تو مجھے ضرور اندر جانے کی اجازت دی جاتی لیکن میں چاہتا تھا کہ علم کے لیے یہ سختی برداشت کروں۔(سنن دارمی:1 / 114)۔

ابو اسحاق نے کہا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کچھ قیمتی باتیں ایسی ہیں کہ اگر تم انہیں حاصل کرنے کے لیے اپنی سواریوں کو تھکا کر مار ڈالو یعنی بہت زیادہ کوشش کرلو تو بھی انہیں حاصل نہیں کر سکتے اور وہ یہ ہیں: کوئی بھی بندہ اپنے رب کے سوا اور کسی سے کوئی امید نہ لگائے، اپنے گناہ کے سوا اور کسی سے خوف نہ کھائے، اگر کسی کو علم نہیں ہے تو حصول علم کے لیے کسی طرح کی حیا نہ کرے، اور جب کوئی سوال کرے اور اس کا جواب معلوم نہ ہو تو یہ کہتے ہوئے بالکل نہ شرمائے کہ میں نہیں جانتا، اور جان لو کہ ایمان میں صبر کا وہی مقام ہے جو مقام جسم میں سر کا ہے اگر سر چلا جائے تو جسم چلا جائے گا اسی طرح اگر صبر چلا جائے تو ایمان چلا جائے گا۔(جامع بیان العلم وفضلہ:1 / 383)۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ شرم کرنے والا علم حاصل نہیں کرسکتا اور نہ ہی اسے کوئی متکبر حاصل کرسکتا

ہے؛ اسے حیا روکتا ہے اور اسے اس کا تکبر روکتا ہے۔(مفتاح دار السعادۃ: 1 / 168)۔

میں نے حصول علم کے لیے ان اخلاق کی مدح سرائی کی ہے کیونکہ یہ سب حصول علم کی راہ میں وسائل ہیں چنانچہ انہیں کی وجہ سے ایک آدمی کمال کے درجے کو پہنچ سکتا ہے اور ان کو حاصل کر کے بلندیوں پر فائز ہو سکتا ہے۔

حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا: جو طلب علم سے حیا کی وجہ سے چھپتا پھرے گا وہ جہالت کا لباس پہن لے گا، سو اپنے سے جہالت کے لباس کو حیا کو ختم کر کے ہٹا دو؛ کیونکہ جس کا چہرہ نرم ہو جاتا ہے اس کا علم بھی نرم ہو جاتا ہے۔(۔(جامع بیان العلم وفضلہ: 1 / 383)۔

امام خلیل رحمہ اللہ نے کہا: جہالت کا مقام حیا اور خود داری کے بیچ میں ہے۔(۔(جامع بیان العلم وفضلہ: 1 / 383)۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: خوف اور ڈر بربادی اور خسارے کا دوست ہے اور حیا اور شرم محرومی کا ساتھی ہے۔(جامع بیان العلم وفضلہ: 1 / 383)۔

ابراہیم نے منصور سے کہا: سوال کرو احمقوں کی طرح اور یاد کرو عقلمندوں کی طرح۔(جامع بیان العلم وفضلہ: 1 / 387)۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگوں سے سوال کرنا فی الواقع عیب کمی اور ذلت کا باعث ہے جو مروت کے خلاف ہے سوائے علم کے بارے میں سوال کرنے کے؛ کیونکہ یہ عین کمال ہے یہ انسانی مروت کے موافق ہے اس کے لیے عزت کا باعث ہے جیسا کہ بعض اہل علم نے کہا ہے: انسان کی ایک بہتر خصلت علم کے بارے میں اس کا سوال کرنا ہے۔(مفتاح دار السعادۃ: 1 / 168)۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم لوگ مجھ سے سوال کرو، تو ابن الکواء نے کھڑے ہو کر کچھ چیزوں کے بارے میں سوال کیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تیری بربادی ہو، سوال کرو دین سمجھنے کے لیے ہٹ

دھرمی اور پریشان کرنے کے لیے سوال نہ کرو۔(جامع بیان العلم وفضلہ:1 / 464)۔

ابن الاعرابی نے کہا:

فسل الفقيه تكن فقيها مثله

من يسع في علم بذل يمهر

ایک عالم اور فقیہ سے سوال کرو اسی کی طرح تم بھی فقیہ بن جاؤ گے،علم کی راہ میں جو ذلت کے ساتھ نکلتا ہے وہ فاضل اور ماہر بن کے واپس آتا ہے۔(جامع بیان العلم وفضلہ:1 / 381)۔

اور جہاں تک دوسرے مرتبے کا تعلق ہے جو کہ اچھی طرح سے بات کو سننا ہے کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو علم سے محروم اس لیے ہوتے ہیں ؛ کیونکہ وہ غور سے بات کو سماعت نہیں کرتے ہیں، اور یہ بہت بڑی آفت ہے جو اکثر طلبہ کے یہاں پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بہت سارے علم سے محروم ہو جاتے ہیں گرچہ وہ بات کو اچھی طرح سمجھنے والے ہوں۔ابن عبد البر نے بعض سلف کے بارے میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ جو بات کو اچھی طرح سمجھتا ہو لیکن دھیان سے سنتا نہ ہو تو اس کی اچھائی اس کے شر کے لیے بھلا نہیں ہوگی۔(جامع بیان العلم وفضلہ:1 / 447)۔

امام زہری نے کہا: امام ابوسلمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کرتے تھے تو آپ ان سے اعراض کرتے،عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ آپ کو راضی کرنے کی کوشش کرتے۔امام سلمہ کہتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہا اور آپ سے بہت زیادہ علم حاصل کیا۔(الجامع للخطیب: 1 / 317)۔

ابن جریج کہتے ہیں: میں نے امام عطاء سے علم کو بہت زیادہ حاصل کیا؛ کیونکہ میں آپ سے نرمی برتتا تھا اور محبت کرتا تھا۔(جامع بیان العلم وفضلہ:1 / 423)۔

بعض سلف نے کہا: جب کسی عالم کی صحبت میں بیٹھو تو وہاں زیادہ سے زیادہ سننے کے لیے حریص ہو

نہ کہ بولنے کے لیے۔(جامع بیان العلم وفضلہ:1 / 521)۔

* تیسرا مرتبہ: حسن فہم یعنی اچھی طرح سمجھنا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾ [ق:37]۔

ترجمہ: بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے یقیناً نصیحت ہے جس کا کوئی دل ہو، یا کان لگائے، اس حال میں کہ وہ (دل سے) حاضر ہو۔

آپ اس آیت کے الفاظ میں غور کریں گے تو آپ کو علم کے خزانے مل جائیں گے اور یہ کہ جب بندہ علم کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور ان کا اہتمام کرتا ہے اس کے سامنے اللہ تعالیٰ علم و ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے جب کہ ان کا خیال نہ کرنے اور ان کے ساتھ لاپرواہی کرنے کی وجہ سے علم کے دروازے بند ہو جاتے ہیں؛ کیونکہ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کی ان آیتوں پر غور وفکر کریں جنکی ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے اور جنہیں وہ سنتے ہیں، اور اللہ کی ان آیتوں اور نشانیوں پر بھی غور وفکر کریں جنہیں وہ دیکھتے ہیں تا کہ وہ ان کے لیے نصیحت اور عبرت بن جائیں جو اپنے سینوں میں بیدار اور سمجھ رکھنے والا دل رکھتے ہیں اس لیے کہ جس کے پاس اگر ایسا دل ہوگا جو اللہ سے غافل ہوگا وہ کسی بھی آیت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا ہے اگر چہ اس کے سامنے سینکڑوں نشانی اور آیتیں گزر جائیں وہاں ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا، سورج نکلتا اور ڈوبتا رہے، چاند ستارے طلوع ہوتے رہیں اس کو ایسا لگے گا جیسے کہ نہ تو انہیں دیکھا ہے اور نہ ہی انہیں سمجھا ہے، لیکن اگر اس کے پاس ایک بیدار اور سمجھ رکھنے والا دل ہوگا تو وہ صاحب بصیرت ہوگا اس کے پاس اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی جائے یا اللہ کی نشانیاں اس کے سامنے سے گزریں جنہیں وہ دیکھتا ہے تو وہ ضرور ان سے فائدہ اٹھائے گا۔

سو یہ یاد رہے کہ آدمی اپنے دل سے دو ہی چیزوں کے ذریعے فائدہ اٹھا سکتا ہے:

1 – اس کا دل حاضر ہو اور ان چیزوں کا مشاہدہ کرے جو اس کے سامنے پیش آتی ہوں؛ چنانچہ اگر وہ ان

چیزوں سے غافل ہو اور دور آرزوؤں، شہوتوں اور خیالوں میں ڈوبا ہو تو وہ اپنے دل سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا گرچہ سینے میں دل موجود ہی کیوں نہ ہو اگر وہ اپنی کان کو کلی طور پر اس کے لیے نہیں لگاتا ہے جس کی وصیت اور نصیحت اور رہنمائی اسے کی جارہی ہے تو بھی اس کے دل ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اس لیے یہاں تین چیزیں درکار ہوتی ہیں:

1- دل کی سلامتی اور صحت مندی اور یہ کہ وہ چیزوں کو قبول کرے۔

2- پراگندگی اور انتشار سے اپنے دل کو محفوظ رکھے اور دلجمعی کے ساتھ حاضر رہے۔

3- کان کو پوری طرح توجہ سے لگائے اور جو کچھ پیش کیا جارہا ہے اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان تینوں چیزوں کو اس آیت میں بیان کردیا ہے۔(مفتاح دار السعادۃ:1 / 169)۔

* چوتھا مرتبہ: اور وہ حفظ یعنی یاد کرنا ہے؛ خلیل بن احمد فراہیدی رحمہ اللہ نے کہا: میں جو بھی سنتا تھا اسے لکھ لیا کرتا تھا اور جو کچھ بھی میں لکھتا اسے یاد کرلیتا تھا اور جو کچھ میں یاد کرتا وہ ضرور مجھے نفع پہنچاتا۔(جامع بیان العلم وفضلہ:1 / 335)۔

امام شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حفظ حدیث میں اس پر عمل کر کے مدد لیتے تھے۔(مصدر سابق: 1 / 1 / 709)۔

* پانچواں مرتبہ: جہاں تک پانچویں مرتبہ عمل کا تعلق ہے تو اس بارے میں بعض سلف نے کہا ہے کہ ہم حفظ حدیث میں اس پر عمل کر کے مدد لیتے تھے۔جیسا کہ گزرا۔اس طرح عمل کرنا یہ اسے یاد کرنے اور اسے باقی رکھنے کا ایک عظیم سبب ہے جیسا کہ اس پر عمل نہ کرنا یہ اس کے ضائع کرنے کا سبب ہے۔اس طرح عمل بہت بڑا سبب ہے حصول علم کیلئے اس سے بڑا علم کا باعث اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ)[28]۔

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، وہ تمھیں اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا اور تمھارے لیے ایسی روشنی کر دے گا جس کے ذریعے تم چلتے رہو گے اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(مفتاح دارالسعادۃ:1 / 169)۔

اور جہاں تک چھٹے مرتبے علم کی نشر واشاعت کا تعلق ہے تو اس بارے میں کہا گیا ہے کہ جس طرح علم کی حفاظت اس پر عمل کر کے اور اسکی نشر واشاعت کر کے ہو سکتی ہے کسی اور چیز سے اتنا نہیں ہو سکتا۔ (جامع بیان العلم وفضلہ:1 / 496)۔

ابن القاسم نے کہا کہ جب ہم امام مالک کو الوداع کہتے تو آپ ہم لوگوں سے فرماتے: اللہ سے ڈرو اور اس علم کی نشر واشاعت کرو اور لوگوں کو اسے سکھاؤ اسے چھپاؤ نہیں۔(جامع بیان العلم وفضلہ:1 / 492)۔

ابو حاتم رازی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے کہا: علم کی نشر واشاعت کرنا اس کی زندگی ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات دوسروں تک پہنچانا رحمت ہے، ہر مومن اسے مضبوطی سے تھامتا ہے اور یہ ہر اقرار کرنے والے اور ملحد پر حجت ہے۔(شرف اصحاب الحدیث، ص 17)۔

لوگ علم سے محروم رہتے ہیں درج ذیل چھ وجوہات کی بنیاد پر:

1- سوال نہ کرنا۔

2- غور سے نہ سننا۔

3- اچھی طرح نہ سمجھنا۔

4- یاد نہ رکھنا۔

5-علم کی نشر و اشاعت نہ کرنا؛ کیونکہ جو علم کو جمع کرے لیکن اسے پھیلائے نہ اور نہ اس کی تعلیم دے تو اللہ تعالی اسے بھلا دیتا ہے اور ختم کر دیتا ہے اور یہ اسی کے عمل کا نتیجہ ہے، اور یہ ایسی بدیہی چیز ہے جس کا ہر کوئی گواہی دے گا۔

6-اس پر عمل نہ کرنا؛ کیونکہ عمل کرنے سے وہ چیز یاد رہتی ہے، اس پر آدمی غور و فکر کرتا ہے اس کا خیال کرتا ہے لیکن جب اس پر عمل نہیں کرتا تو اسے بھول جاتا ہے۔

* تیسرا مطلب: طالب علم کے آداب:

طالب علم پر ضروری ہے کہ وہ حصول علم کی راہ میں درج ذیل امور کا خیال رکھے:

1 - اصول علم میں اچھی نیت کرے اس طور پر کہ وہ یہ نیت کرے کہ اس علم سے اس کا مقصد اللہ کی رضا جوئی ہے وہ اس پر عمل کرے گا، شریعت کا احیا کرے گا، اپنے دل کو منور رکھے گا اور اپنی باطن کو پاک رکھے گا، اس علم سے وہ بروز قیامت اللہ کا تقرب چاہتا ہے اور اللہ کی نعمتوں کا حصول اور اس کے عظیم فضل کی خواہش رکھتا ہے۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا کہ نیت سے زیادہ میں نے اپنے اوپر اور کسی چیز کا اثر نہیں دیکھا۔ (الجامع للخطیب: 1 / 494)۔

وہ اس سے دنیاوی مقاصد کا قصد نہیں کرتا ہے جیسے کہ ریاست اور اقتدار کا حصول، جاہ و مال کی چاہت، ساتھیوں میں فخر و مباہات، لوگوں سے تعظیم حاصل کرنا اور مجلسوں میں صدارت کرنے کی خواہش رکھنا وغیرہ، اس طرح وہ ایک بہتر چیز کے بدلے ادنی کو حاصل کرتا ہے۔

کیونکہ علم کے اندر جب نیت خالص ہوتی ہے تو وہ مقبول ہوتی ہے اس کے ذریعے تزکیہ ہوتا ہے اور اس کی برکت سے اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے، لیکن اگر اس علم کے اندر اللہ کی مرضی مقصود نہ ہو تو وہ ضائع ہو جاتا ہے برباد ہو جاتا ہے اور یہ خسارے والا سودا ہوتا ہے، اور بسا اوقات دنیاوی مقاصد بھی فوت ہو جاتے ہیں وہ انہیں بھی حاصل نہیں کر پاتا ہے اس طرح اس کی نیت اور اس کی کوشش سب برباد اور ضائع ہو جاتے ہیں۔ (تذکرۃ السامع ص 68)۔

2- انسان کی یہ کوشش رہے کہ وہ جوانی ہی کہ عمر میں علم کو حاصل کرنا شروع کر دے، لیت و لعل کا شکار نہ ہو؛ کیونکہ عمر کی ہر گھڑی بڑی تیزی سے گزر رہی ہے وقت بڑی قیمتی ہے اس کا کوئی بدل نہیں وہ اپنی فراغت اپنی چستی اور نشاط اور اپنی صحت اور عافیت کے اوقات کو غنیمت سمجھے اپنی جوانی اپنی خوشحالی اور کم

مشغولیت کے ایام کو غنیمت جانے قبل اس کے کہ وہ کمزوری اور بے روزگاری کا شکار ہو جائے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: سیادت حاصل کرنے سے پہلے علم وفکر میں مہارت حاصل کرو۔ (صحیح بخاری تعلیقا: 1 / 166)۔

امام شافعی نے کہا: ریاست اور سرداری حاصل کرنے سے پہلے علم میں گہرائی حاصل کرو؛ کیونکہ جب سرداری اور اقتدار کے میدان میں پہنچ جاؤ گے تو وہاں علم وفقہ کے حصول کی کوئی سبیل نظر نہیں آئے گی۔ (تذکرۃ السامع ص 134)۔

طالب علم اپنے ان تمام تعلقات کو ختم کر دے جو علم سے مشغول رکھنے والی ہوں اور طلب علم کی راہ میں مانع ہوں، علم کی راہ میں جد و جہد اور کوشش صرف کرے؛ کیونکہ یہ ساری رکاوٹیں حصول علم کی راہ میں ڈاکوؤں کی طرح ہوتی ہیں؛ اسی لیے سلف نے حصول علم کے لیے یہ بہتر سمجھا ہے کہ اس راہ میں جانے کے لیے اہل وعیال اور وطن سے دور ہونا بہتر ہے؛ کیونکہ فکر وخیال جب بڑھ جاتے ہیں تو حقائق کے حصول اور دقیق چیزوں کے پانے سے عقلیں قاصر ہو جاتی ہیں، اور اللہ نے انسان کے سینے میں دو دل نہیں بنایا ہے اور اسی لیے کہا جاتا ہے کہ علم تم کو اپنا کچھ حصہ دے گا جب تم اسے اپنا سب کچھ دے دو گے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: اگر میری ذمہ داری ایک پیاز خریدنے کی بھی ہوتی تو میں کوئی فقہی مسئلہ نہ سمجھ سکتا۔ (تذکرۃ السامع ص 70)۔

3- طالب علم اپنے شب و روز کے اوقات کو تقسیم کر لے، اس کی عمر کے جو ایام باقی ہیں انہیں غنیمت سمجھے؛ کیونکہ عمر کے باقی ایام کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اور یاد کرنے کا سب سے اچھا وقت سحر کا وقت ہے، اور بحث وتحقیق کرنے کا سب سے بہتر وقت صبح کا وقت ہے، اور لکھنے کے لیے سب سے بہتر وقت دوپہر کا وقت ہے، مطالعہ اور مذاکرہ کے لیے سب سے بہتر وقت رات کا وقت ہے؛ امام خطیب بغدادی نے کہا: حفظ اور یاد کرنے کے لیے سب سے عمدہ وقت سحر کا وقت ہے پھر اس کے بعد دوپہر کا وقت ہے پھر اس

کے بعد صبح کا وقت ہے۔ مزید آپ نے کہا: رات میں یاد کرنا دن کے مقابلے زیادہ نفع بخش ہے اور اس کے لیے بھوک کا وقت آسودگی کے وقت سے زیادہ نفع بخش ہے۔ (تذکرۃ السامع ص 72)۔

4- طالب علم اپنی نیند کو کم کرے اس طور پر کہ اس کے جسم اور ذہن کو نقصان لاحق نہ ہو، وہ دن اور رات میں آٹھ گھنٹے سے زیادہ نہ سوئے جو کہ ایک تہائی وقت ہے اور اگر اس سے بھی کم ہو سکے تو مزید بہتر ہے۔ اور اگر جسم و ذہن یا مذکورہ امور میں سے کسی کو تھکان یا کمزوری لاحق ہو تو اپنے نفس اور قلب و ذہن کو سکون اور راحت پہنچانے کے لیے چہل قدمی کرنے اور پارکوں میں گھومنے ٹہلنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس طور پر کہ وہ جلد ہی اپنی سرگرمیوں میں مشغول ہو جائے اور زیادہ وقت ضائع نہ کرے۔ (مصدر سابق ص 77)۔

5- ایسے لوگوں کے ساتھ نہ رہے جو زیادہ کھیل کود کو پسند کرتے ہوں اور غور و فکر نہ کرتے ہوں؛ اس لیے کہ طبیعتیں لٹیری ہوتی ہیں اور صحبت کی آفت یہ ہے کہ اس سے بلا فائدہ وقت ضائع ہوتا ہے، اس لیے طالب علم کے لیے مناسب ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی صحبت میں رہے جو اسے فائدہ پہنچائیں یا وہ ان سے استفادہ کر سکے، اور اگر ساتھی بنانا ضروری ہی ہو تو اسے چاہیے کہ ایسے شخص کو اپنا ساتھی بنائے جو نیک دیندار متقی پرہیزگار اور ذہین ہو، اس کے اندر خیر زیادہ شر کم ہو، جھگڑالو کم اور صبر و برداشت کرنے والا زیادہ ہو، اگر کوئی چیز بھول گئی ہو تو وہ یاد دلا دے اور اگر کوئی چیز یاد آئے تو اس پر وہ تعاون کرے، اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو اس میں وہ معاون و مددگار ثابت ہو اور اگر کسی طرح کی کوئی بے چینی لاحق ہو تو اس پر وہ صبر دلائے۔ (تذکرۃ السامع ص 83)۔

6- اپنے تمام امور میں تقوی اختیار کرے: کھانے پینے پہننے رہنے اور اسی طرح اپنی اور اپنے اہل و عیال کی تمام ضرورتوں میں حلال چیزوں کے اختیار کرنے کا خیال کرے تا کہ اس کا دل منور رہے اور قبول علم کے لیے درست ہو، علم کی روشنی حاصل کر سکے اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھائے، طالب علم کو پر

ضروری ہے کہ وہ اتنے ہی خوراک پر قانع ہو جو اسے میسر آجائے اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح لباس اتنے ہی لباس پر قانع ہو جو اس کے بدن کو ڈھانک دے گرچہ وہ پرانا ہی کیوں نہ ہو؛ کیونکہ تنگ زندگی پر صبر کرنے کے ذریعے ہی علم کی وسعتیں حاصل ہوتی ہیں اور ایسے ہی حالات میں قلبی اور ذہنی آفاق منور ہوتے ہیں جہاں علم و حکمت کے چشمے پھوٹتے ہیں ۔(مصدر سابق ص 71)۔

* چوتھا مطلب: حصول علم کے موانع:

ہر کوئی حصول علم کی اہلیت نہیں رکھتا بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو اس لائق نہیں ہوتے، علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کی چار قسمیں بتلائی ہیں جو حصول علم کی اہلیت نہیں رکھتے:

1- وہ جو علم کے لیے مامون نہ ہو، ؛ یہ وہ شخص ہے جسے ذہانت اور حفظ تو عطا کیا گیا لیکن وہ پاکیزگی قلب سے محروم رہا، ایسا شخص علم کو جو کہ دین کا سبب ہے وہ اسے دنیا حاصل کرنے کا سبب بناتا ہے اور علم کے ذریعے دنیا تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے، اور وہ سامان جو کہ آخرت کے لیے ہے اسے دنیاوی سامان تجارت بنا دیتا ہے ایسا شخص علم کے لیے امین اور محافظ بالکل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کبھی ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ علم دین میں امام بنائے گا؛ کیونکہ جو امین ہوتا ہے اسے کوئی ذاتی مقصد اور خواہشات نفس کی اتباع نہیں ہوتی ہے سوائے حق کے لیے کھڑا ہونے اور اس کا ساتھ دینے کے۔

ایسا شخص جو سامان آخرت کو سامان دنیا بنائے وہ اللہ کے ساتھ خیانت کرتا ہے، اس کے بندوں کے ساتھ خیانت کرتا ہے، اور اس کے دین کے ساتھ بھی خیانت کرتا ہے، ایسا شخص کبھی بھی علم دین کے لیے مامون نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اس کے حاملین میں شمار ہوگا۔

2- وہ شخص جو خواہشات نفس کا پیروکار ہو وہ شہوتوں کے اسباب و وسائل کے پیچھے بھاگتا ہو خواہ ان کے لیے اسے کہیں بھی جانا پڑے ایسی صورت میں ایسا شخص نبوت کا وارث کبھی بھی نہیں ہوسکتا اور نہ ہی نبوت کے وارثین کا وہ مقام حاصل کرسکتا ہے؛ کیونکہ علم کو اسی وقت حاصل کیا جاسکتا ہے جب تمام لذتوں کو چھوڑ دیا جائے، راحت و آرام کو طلاق دے دیا جائے، امام مسلم نے صحیح مسلم کے اندر کہا: امام یحیی بن ابی کثیر نے کہا ہے کہ علم کو جسمانی راحت اور آرام کے ذریعے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ (صحیح مسلم: کتاب المساجد، باب اوقات الصلوات الخمس)۔

امام ابراہیم الحربی نے کہا: ہر امت وقوم کے عقلاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نعمتوں کو نعمتوں کے

ذریعے حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے، اور جو راحت کو ترجیح دے اس سے راحت فوت ہو جاتی ہے، لذتوں میں ڈوبا ہوا شخص انبیاء کے وارثین کا درجہ کہاں سے پا سکتا ہے؟! (مفتاح دار السعادۃ: 1 / 142)۔

شاعر کہتا ہے:

فدع عنك الكتابة لست منها

ولو سودت وجهك بالمداد

لکھنا پڑھنا چھوڑ دو تم ایسے لوگوں میں سے نہیں ہو گرچہ تم اپنے چہروں کو سیاہی سے سیاہ کر ڈالو۔ (مصدر سابق: 1 / 142)۔

کیونکہ علم دل کا پیشہ اور اس کی مشغولیت ہے، سو جو شخص اپنے دل کو اس کے لیے فارغ نہ رکھ سکے تو وہ علم کو کبھی بھی حاصل نہیں کرسکتا ہے، دل ہی اس کے لیے واحد چہرہ ہے اگر اسے لذتوں اور شہوتوں کی طرف پھیر دو گے تو وہ علم سے دور ہو جائے گا، سو جو شخص اپنے جسم کی لذت اور اپنے نفس کی شہوت پر قابو نہ پاسکے وہ علم کو کبھی بھی حاصل نہیں کرسکتا۔

3- وہ مطیع وفرمانبردار جس کا سینہ علم سے ٹھنڈا نہ ہو اور نہ ہی اس سے اس کا دل مطمئن ہو بلکہ وہ بصیرت میں کمزور ہو، ایسا شخص اپنے اہل کا فرمانبردار ہوتا ہے اور یہی حال مقلدین میں اتباع حق کا ہوتا ہے، یہ لوگ گرچہ نجات کی راہ پر ہوتے ہیں لیکن داعیان دین میں سے نہیں ہوتے ہیں بلکہ یہ لشکر کو بڑھانے والے ہوتے ہیں، اس کے سواروں میں ان کا شمار نہیں ہوتا۔

4- یہ وہ لوگ ہیں جو صرف مال جمع کرنے کے حریص ہوتے ہیں، وہ دولت کا ذخیرہ بناتے ہیں اور اسے تجارت میں لگاتے ہیں، یہی ان کی دنیاوی لذت ہو جاتی ہے اور دوسری چیزوں کو چھوڑ کر وہ اسی میں اپنے آپ کو فنا کر دیتے ہیں، اس کے علاوہ انہیں اور کوئی چیز پاکیزہ دکھائی نہیں دیتی ہے، اب ایسا شخص علم کے مقام اور مرتبے کو کہاں پہنچ سکتا ہے؟!!

یہ چاروں قسم کے لوگ نہ تو دین کے داعی ہو سکتے ہیں اور نہ ہی علم دین کے امام بن سکتے ہیں حتیٰ کہ نہ ہی یہ علم کے طالب ہو سکتے ہیں جو سچے دل سے اسے طلب کر سکیں۔(مصدر سابق:1 / 139)۔

تیسرا مبحث
ادائیگی علم کی ذمہ داری

* پہلا مطلب: ادائیگی علم کی ذمہ داری عملی طور پر:

ادائیگی علم جس کی ذمہ داری طلبہ اٹھاتے ہیں اس کے دو پہلو ہیں:

1- ادائیگی علم کی ذمہ داری عملی طور پر۔

2- ادائیگی علم کی ذمہ داری تعلیمی طور پر۔

جہاں تک عملی پیمانے پر ادائیگی علم کی ذمہ داری کا تعلق ہے تو اس بارے میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو علم کو حاصل کرے مگر اس پر عمل نہ کرے تو وہ علم تکبر کا باعث ہوتا ہے۔ (الترغیب والترھیب لابی القاسم الاصفہانی: 2/ 875)۔

مزید آپ نے فرمایا کہ علم حاصل کرتے رہو اور جب علم حاصل ہو جائے تو اس پر عمل بھی کرو۔ (جامع بیان العلم وفضلہ: 1/ 705)۔

حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ عالم وہ ہے جس کا عمل اس کے علم کے موافق ہو۔ (جامع بیان العلم وفضلہ: 1/ 698)۔

آپ نے مزید فرمایا کہ ایک عالم کی سزا یہ ہے کہ اس کا دل مردہ ہو جائے، آپ سے پوچھا گیا کہ دل کے مردہ ہونے سے کیا مراد ہے؟ تو فرمایا: اخروی عمل کے ذریعے دنیا کو طلب کرنا۔ (جامع بیان العلم وفضلہ: 1/ 667)۔

ہلال بن العلاء نے کہا: علم کا طلب کرنا بہت سخت ہے اور اس کا یاد رکھنا اس کے طلب کرنے سے

بھی زیادہ سخت ہے اور اس پر عمل کرنا اسے یاد رکھنے سے بھی زیادہ سخت ہے اور اس سے صحیح سالم رہنا اس پر عمل کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے، پھر اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا:

يموت قوم ويحيى العلم ذكرهم

والجهل يلحق أمواتا بأموات

لوگ مر جاتے ہیں مگر علم ان کے ذکر کو باقی رکھتا ہے اور جہالت مردوں کے ساتھ دفن ہو جاتی ہے۔(الترغیب والترھیب لابی القاسم الاصفہانی:2/874)۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: علم وہ نہیں ہے جسے یاد کر کے ذخیرہ اندوزی کیا جائے بلکہ علم وہ ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔(تذکرۃ السامع ص15)۔

*** دوسرا مطلب: ادائیگی علم کی ذمہ داری تعلیمی ونظری طور پر:**

اور جہاں تک تعلیمی پیمانے پر ادائیگی علم کی ذمہ داری کا تعلق ہے تو اس بارے میں امام عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ نے کہا: جو علم کے ساتھ بخالت کرے گا وہ تین آفات میں مبتلا ہوگا؛ یا تو موت کے ذریعے جو اس کے علم کو ختم کر دے گا یا اسے بھلا دیا جائے گا یا وہ حاکم کو لازم پکڑ لے گا جہاں اس کا علم ضائع ہو جائے گا۔(سیر اعلام النبلاء:8/398)۔

ابوقلابہ نے کہا کہ علماء کی تین قسمیں ہیں:

-ایک وہ جو اپنے علم کے ساتھ زندگی گزارتا ہے۔

-دوسرا وہ جس کے علم کے ساتھ لوگ زندگی گزارتے ہیں نہ کہ وہ

-اور تیسرا وہ جو اپنے علم کے ساتھ زندگی گزارتا ہے اور لوگ بھی اس کے علم کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔(مصنف عبدالرزاق:11/254)۔

بعض سلف نے کہا: دو قسم کے لوگ اگر نیک ہو جائیں تو سارے لوگ نیک ہو جائیں گے اور اگر یہ دونوں بگڑ جائیں تو سارے لوگ بگڑ جائیں گے اور وہ علماء اور امراء ہیں۔

امام عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ نے کہا:

وهل أفسد الدين إلا الملوك

وأحبار سوء ورهبانها

دین کو آخر کس نے بگاڑا ہے سوائے حکام، علمائے سو اور زاہدان سوء کے۔(مفتاح دار السعادۃ: 1/105)۔

محمد ابن الفضل نے کہا: چار قسم لوگوں کے ہاتھوں اسلام کی بربادی ہے:

1-وہ لوگ جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتے۔

2- جو جہالت کی بنیاد پر عمل کرتے ہیں۔

3- وہ لوگ جو نہ تو علم رکھتے ہیں اور نہ ہی عمل کرتے ہیں۔

4- وہ لوگ جو دوسروں کو حصول علم سے روکتے ہیں۔(مفتاح دار السعادة:1 / 160)۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا:

پہلی قسم: وہ لوگ ہیں جن کے پاس علم ہوتا ہے مگر وہ عمل نہیں کرتے، ایسے لوگ عوام الناس کے لیے زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں؛ کیونکہ یہ ہر کمی اور خامی میں ان کے لیے حجت ہوتے ہیں۔

دوسری قسم: وہ جو جاہل قسم کے عبادت گزار ہوتے ہیں، لوگ ان کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں ان کی عبادت اور ان کی صلاح وتقوی کی بنیاد پر، پھر وہ ان کی اقتداء کرنے لگتے ہیں ان کی جہالت کے باوجود۔

بعض سلف نے انہی دونوں قسم کے لوگوں کا ذکر کیا ہے اپنے اس قول میں:

وہ عالم جو فاجر ہو اس کے فتنے سے بچو اور وہ عبادت گزار جو جاہل ہو اس کے بھی فتنے سے بچ کر رہو؛ کیونکہ اکثر لوگ انہی دونوں کے فتنے میں مبتلا رہتے ہیں؛ اس لیے کہ لوگ اپنے عالموں اور زاہدوں کی اقتداء کرتے ہیں؛ اگر علماء فاجر اور دین دار لوگ جاہل ہو جائیں تو پھر معاشرے میں معصیت عام ہو جاتی ہے اور یہ فتنہ عام اور خاص سب پر پھیل جاتی ہے۔(جامع بیان العلم وفضلہ:1 / 111)۔

تیسری قسم: وہ لوگ جن کے پاس نہ تو علم ہوتا ہے اور نہ ہی عمل، یہ چوپایوں کے حکم میں ہوتے ہیں۔

چوتھی قسم: وہ لوگ جو زمین میں ابلیس کے نائب ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو علم کے طلب کرنے اور دین میں سمجھ حاصل کرنے سے دور رکھتے ہیں، یہ لوگ شیاطین الجن سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں، کیونکہ یہ لوگوں کے دلوں اور ہدات باری اور راہ خدا کے درمیان حائل ہوتے ہیں۔(مفتاح دار السعادة: 1 / 160)۔

امام شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ ہر قوم کے علماء اسکے برے لوگ ہوتے ہیں سوائے مسلمانوں کے کہ انکے علماء ان کے اچھے لوگ ہوتے ہیں۔(مفتاح دار السعادۃ:1 / 160)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اسلام میں اہل السنہ کا مقام وہی ہے جو مقام اہل اسلام کا تمام ملتوں میں ہے، کیونکہ مسلمانوں کے سوا دیگر سارے اقوام گمراہ ہیں، اور انہیں گمراہ انکے علماء کرتے ہیں، اس طرح انکے علماء انکے برے لوگ ہوتے ہیں، اور مسلمان ہدایت پر ہیں، اور یہ ہدایت انکے علماء کے ذریعے واضح ہوتا ہے، اس طرح انکے علماء انکے بہتر لوگ ہیں۔اسی طرح اہل السنہ کے ائمہ امت کے سب سے بہتر لوگ ہیں، اور اہل بدعت کے ائمہ اس امت کیلئے اہل معاصی کے مقابلے کہیں زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں۔

امام بدر الدین بن جماعہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ جان لیں کہ علم اور علماء کی جو بھی فضیلتیں بیان کی گئیں وہ سب ان علماء کے حق میں ہے جو باعمل ہوں، نیک اور متقی ہوں، جو اللہ کی رضا جوئی کا قصد رکھتے ہوں، اسکی جنت کے حصول کی تڑپ ہو۔(تذکرۃ السامع ص 13)۔

خاتمہ

سو اے طالب علم! مذکورہ تمام اقوال سے تمہارے لیے واضح ہو گیا کہ تمہارے کندھے پر جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے وہ کس قدر عظیم ہے! اور وہ تین طرح کی ذمہ داریاں ہیں:

پہلی ذمہ داری: تمہاری اپنی ذمہ داری ہے۔

دوسری ذمہ داری: اس دین کی ذمہ داری ہے جس کے تم حامل ہو اور جس کے امین بن گئے ہو۔

تیسری ذمہ داری: اس امت کی ذمہ داری جسے سکھانا تعلیم دینا اور اسے رہنمائی کرنے کی تمہاری ذمہ داری ہے اور یہ کہ اسے رہنمائی کرنے اور نصیحت کرنے میں کسی طرح کی بخالت سے کام نہیں لینا ہے۔

اور طالب علم سے یہ مخفی نہیں ہے کہ اس وقت لوگ جس قدر گمراہی اور انحراف کا شکار ہیں اس کا سبب شریعت سے ان کی دوری ہے، اور یہ معلوم ہے کہ لوگوں کے احوال کی اصلاح اسی وقت ہو سکتی ہے جب وہ اپنے دین کی طرف پورے طور پر واپس ہو جائیں اور اپنے رب کی شریعت کو مضبوطی سے تھام لیں۔

یہ ایک حقیقت ہے جس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے، اور طلبہ علم ہی علم شریعت کو بلند کیے ہوئے ہیں اور یہی میراث نبوت کے امین ہیں، انہی کے پاس لوگوں کا علاج اور دوا ہے، سو اگر یہ اپنے واجبات کو پوری طرح کما حقہ ادا کریں تو ضرور بحکم الہی لوگوں کے حالات بدلیں گے اور ان کے معاملات درست ہوں گے اور اللہ ضرور ان کی اصلاح فرمائے گا۔

یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ آپ باطل پرستوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے باطل کی نشر و اشاعت کے لیے کس قدر سرگرم ہیں اور اس باطل کی خدمت کے لیے وہ اپنا سب کچھ اس کی راہ میں لٹا رہے ہیں خواہ وہ

کوئی محرف دین ہو یا کوئی فاسد فکر ہو یا کوئی حرام لہو ولعب ہو مگر آپ حق پرستوں کو دیکھتے ہیں خاص طور سے علم شرعی کے طلبہ کو جو حق کی نشر و اشاعت کے لیے نہ تو مناسب وقت دیتے ہیں اور نہ ہی اس کے لیے محنت کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس حق ہے انہیں اس محنت پر اجر وثواب بھی ملتا ہے جب کہ ان لوگوں کو گناہ، رسوائی اور واضح طور پر خسارہ ہاتھ آتا ہے اس دنیا کے اندر بھی اور آخرت میں بھی۔

اس سے بھی بڑی تعجب کی بات یہ ہے کہ طالب علم دنیا اور اس کی فانی زیب وزینت کے پیچھے لگ جائے اور حصول علم کے لیے کوشش نہ کرے جو کہ جنت کا راستہ ہے؛ اس لیے طلب علم کے لیے بالکل یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ دنیا کی راحت آرام عیش وعشرت کی طرف لگ جائے اور ان دنیاوی راحت وعشرت کے وسائل میں پڑ جائے جو عصر حاضر میں معروف ہیں۔

اور طالب علم یہ بھی جان لے کہ اگر وہ حصول علم کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنے شب وروز کو ضائع کر دیتا ہے اور جوانی کے لمحات میں لیت ولعل سے کام لیتا ہے، وہ اس جانب توجہ نہیں دیتا ہے، علم کی مجلسوں کو لازم نہیں پکڑتا ہے، اپنے فراغت قوت اور نشاط کے اوقات کو غنیمت نہیں سمجھتا ہے تو وہ یہ جان لے کہ جب یہ ساری چیزیں اس کے ہاتھ سے نکل جائیں گی تو کبھی واپس نہیں آئیں گی، ایسا کر کے وہ حصول علم کی امانت میں کوتاہی کرے گا اور کسی طرح بھی علم کو حاصل نہیں کر پائے گا اور ایسی صورت میں وہ بدرجہ اولی ادائیگی علم اور تبلیغ دین کی ذمہ داری میں کوتاہی کرنے والا ہوگا؛ اس لیے کہ جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا وہ دوسرے کو کیا دے گا۔

اس لیے طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اس ذمہ داری کا احساس کرے اور علم شرعی کے تئیں جو اس کی ذمہ داریاں ہیں اسے کما حقہ پورا کرے اسے سیکھنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی نشر و اشاعت کرنے میں۔

اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے" جب انبیاء کی ہدایت اور ان کے طریقے پر چل کر ادائیگی علم اور تبلیغ

دین کے میدان میں صبر وتحمل سے کام لیا جائے،لوگوں کی برائیوں اور تکلیفوں کا بدلہ احسان،حسن سلوک اور نرم برتاؤ سے دیا جائے،انہیں بڑے ہی اچھے طریقے سے اللہ کے دین کی طرف لایا جائے اور اس راہ میں جس قدر ممکن ہو سکے ان کے لیے خیر خواہی اور نصیحت کا جذبہ رکھا جائے“۔(مفتاح دار السعادۃ: 1/ 66)۔

ھذا واللّٰہ اعلم، وصلی اللّٰہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔